صدیق
ایم فل اردو ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر محمد اسحاق
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج تیمرگرہ (دیر لوئر)
محمد سید علی
لیکچرر شعبہ اردو غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان

جاوید احمد کا ادبی سفر

Saddique
Mphil Urdu Research scholar, Deptt; of Urdu Hazara University Mansehra.
Dr.Muhammad Ishaq
Associate Professor, Deptt; of Urdu, Government Postgraduate College Taimargara (Lower Dir)
Muhammad Said Ali
Lecturer Deptt; of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan.

Literary Journey of Javed Ahmad

Javed Ahmed is a popular Urdu poet in Pakistani literature. He belongs to Sorr Tehsil Kahoota Disrict Rawalpindi. His Father's name was Muhammad Iqbal who was attached with the Royal Indian Navy before the partition of India and Pakistan. After getting his early education Javed Ahmed went to Lala Moussa to get admission in college but could not completed his further education as he was enlisted in the Pakistan Army. Later on he passed his B.A as a private candidate from University of Karachi. His Literary journey is further continuous as prominent poet as well.

Keywords: *Javed Ahmed, Pakistani literature, Sorr, Tehsil Kahoota , Disrict Rawalpindi, Lala Moussa, Muhammad Iqbal, Pakistan Army, B.A, University of Karachi.*

ضلع راولپنڈی تحصیل کہوٹہ کے پہاڑی علاقے میں عباسی برادری کا ایک گاؤں جس کا نام سوڑ ہے۔ جاوید احمد کے آباؤ اجداد کا تعلق اس گاؤں سے تھا۔ ان کے والد کا نام محمد اقبال تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے رائل انڈین نیوی اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بعد میں پاکستان نیوی سے ریٹائر ہوئے۔ جاوید احمد نے اسی خاندان میں ۱۶ اپریل ۱۹۴۸ء کو آنکھ کھولی۔ ابتدائی پرورش والدین کے زیر سایہ سوڑ میں ہوئی۔ سیکنڈری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ لیا جہاں سے ۱۹۶۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ جاوید احمد میٹرک کرنے کے بعد باقاعدہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ چونکہ ان کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا زندگی کے دوسرے ان گنت مسائل کی وجہ سے ان کے والدین بیٹے کو کالج میں داخلہ نہ دلوا سکے۔ جاوید احمد کہتے ہیں:

"میری شدید خواہش تھی کہ میں کالج میں داخلہ لوں لیکن والدین کے فیصلے کے سامنے بے بس تھا"(۱)

کہوٹہ کی جنت نما سرزمین کو قدرت نے فطری حسن کی بے بہا دولت سے نوازہ ہے۔ برف، فلک بوس پہاڑوں، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے شفاف چشموں، گاتی ندیوں، بہتے دریاؤں، گھنے جنگلات، خودرو پھولوں، چہکتے پرندوں، زرخیز کھیتوں، سرسبز میدانوں، خوشگوار ہواؤں اور مہکتی فضاؤں کا یہ رومان پرور خطہ ارض استحسانی ذوق کا خالق اور فطرت سے ذہن انسانی کے قدیمی رشتے کو استوار رکھنے میں ممدومعاون ہے۔ اس لیے یہاں شاعرانہ مزاج کا پروان چڑھنا ایک فطری امر ہے۔ جاوید احمد نے شعر گوئی کا آغاز زمانہ طالب علمی سے کیا۔ گھر کا ماحول شروع ہی سے ادبی نوعیت کا تھا۔ ان کے والد شعر وشاعری کے دلدادہ تھے۔ جاوید احمد اوائل عمری سے نہایت ذہین طلباء میں شمار ہونے لگے۔ اساتذہ کی بہترین رہنمائی اور اپنی ذکاوت سے وہ ہمیشہ علمی میدان میں آگے آگے رہے۔ شعر گوئی کے آغاز کے بارے میں کہتے ہیں:

"سکول گاؤں سے چھے کلو میٹر کے فاصلے پر لہتراڑ میں تھا۔ راستے میں پانچ ہزار فٹ بلند پہاڑی چوٹی پر تکان دور کرنے کے لیے پڑاؤ ہوتا۔ ایک مرتبہ پہاڑی ڈھلوانون پر تہہ بہ تہہ سرسبز کھیتوں میں سرخ و کبود رنگوں میں ملبوس مردوزن دیکھ کر بے اختیار کہا:

؎یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا یہ بادلوں کا افق سے اٹھنا
یہ سبز کھیتوں میں سرخ آنچل نکھار فطرت کے بانکپن کا"(۲)

میٹرک کرنے کے بعد والدین نے جے وی(J.V) کورس کے لیے جسے آج کل پی ٹی سی(PTC) کہتے ہیں جاوید احمد کو گورنمنٹ لالہ موسیٰ سکول میں بھیج دیا۔ اس کورس کے دوران جاوید احمد نے حسب طبع نصابی سرگرمیوں کے علاوہ علمی وادبی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۶۵ء کے زمانے میں جاوید احمد

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی پہلی غزل اس ادارے میں شائع ہونے والے میگزین "**تدریس**" میں شائع ہوئی۔ بقول جاوید احمد غزل کا **مطلع** اس قسم کا تھا:

کلی کو پھر چٹک جانا پڑا ہے
دلوں کو پھر دھڑک جانا پڑا ہے
یہ آنچل کو نہ جانے کس لیے اب
حسیں رخ سے ڈھلک جانا پڑا ہے(۳)

جاوید احمد نے اس ادارے سے بہترین طالب **علم** کا اعزاز حاصل کیا۔ اس ادارے سے فارغ التحصیل ہوئے تو ۱۹۶۷ء میں فوج میں بھرتی ہوئے۔ فوج میں رہتے ہوئے پرائیویٹ طور پر ۱۹۶۹ء میں **ایف۔ اے(F.A)** **اور ۱۹۷۲ء** میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ **اے(B.A)** کیا۔ اس حوالے سے پروفیسر حبیب گوہر کہتے ہیں:

"جاوید احمد جے وی کورس کرنے کے بعد معلمی کے بجائے فوج میں بھرتی ہوئے۔ فوجی ماحول شاعرانہ طبیعت پر بوجھ تھا۔ اس لیے فوج کو خیر باد کہ کر کراچی ریڈیو چلے گئے "(۴)

فوجی ملازمت سے ریٹائرمنٹ لیتے ہی جاوید احمد کو ریڈیو پاکستان میں ملازمت مل گئی۔ ملازمت کے سلسلے میں ان کی تبدیلی ریڈیو پاکستان کراچی میں ہوگئی۔ کراچی میں جاوید احمد نے ادبی محفلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس حوالے سے جاوید احمد لکھتے ہیں:

"میری خار و خاک پیمائی کا اولین دشت کراچی تھا۔ جہاں بڑے بڑے دشت پیماؤں سے نیاز حاصل ہوئے۔ ریڈیو کی ملازمت تھی اور کراچی ریڈیو شعر و ادب اور تہذیب و کلچر کا مرکز تھا۔ نثری نظم کی لڑائی میں جناب قمر جمیل صاحب کا لشکر زور آزما تھا ان کے گرد نئے لکھنے والوں کا ہمیشہ ایک گروہ رہتا تھا۔ ادھر سلیم احمد کہہ رہے تھے کہ "مشرق ہار گیا" سلیم احمد کے ہاں انچولی سوسائٹی میں ہر جمعرات کو ایک نشست ہوتی تھی جس میں شعر و ادب فلسفہ اور مختلف موضوعات پر بات ہوتی تھی۔ شہر کے سبھی لکھنے والے ان بحثوں میں حصہ لیتے تھے "(۵)

کراچی میں رہتے ہوئے انہوں نے ۱۹۸۰ء میں کراچی یونیورسٹی سے **ایم اے اردو** کیا۔ جامعہ کراچی کی علمی رنگینیاں نشاط افروز تھیں۔ ایک دفعہ ایک طرح مصرع "کہہ رہا ہے موج دریا سے کنارہ شام کا" پر طبع آزمائی کی دعوت دی گئی۔ بہت مقابل تھے پر جاوید احمد جاوداں ٹھہرے:

لے گئے وہ ساتھ اپنے حسن سارا شام کا
ہجر کی تصویر ہے اب ہر نظارہ شام کا
لوٹ کر وہ شام سے پہلے ہی گھر آنے لگے
ان سے شاید چھن گیا کوئی سہارا شام کا(۶)

کراچی میں ملازمت کے دوران "**جشن جون ایلیا**" دبئی میں منعقد ہوا اس میں شرکت کی اور ترنم کے ساتھ یہ غزل پڑھی جس کا مطلع ہیں:

بکھرنا ٹوٹنا بھی اور انا کے ساتھ بھی رہنا
ستم ایجاد بھی کرنا وفا کے ساتھ بھی رہنا(۷)

جاوید احمد کی غزل فکر و فن کا حسین امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ ان کی غزل گوئی کا سب سے اہم حوالہ یہ ہے کہ وہ روایت کے پاسدار ہیں۔ وہ ان شعراء میں سے نہیں جو یا تو روایت سے اس قدر جڑے ہوتے ہیں کہ ہر نئی چیز ان کے لیے ناقابل قبول ہو جاتی ہے۔ یا پھر روایت اور کلاسیکی اقدار سے ایسے بھاگتے ہیں کہ جیسے یہ ان کی ترقی میں رکاوٹ ہوں۔ اس سلسلے میں جاوید احمد درمیانی راستہ اختیار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نوازش علی کی رائے زیادہ مستند معلوم ہوتی ہے:

"جاوید احمد روایت کے قریب ہونے کے باوجود روایتی شاعر معلوم نہیں ہوتا اگرچہ اس کے ہاں روایتی اشعار موجود ہیں۔ روایتی الفاظ کو نئے انداز اور نئے مفاہیم میں استعمال کرنا اس کی شاعرانہ مزاج کے بارے آگاہی فراہم کرتا ہے"(۸)

روایت کا گہرا شعور، فنی رچاؤ اور جدید حسیت کا ادراک جاوید احمد کی شاعری کے بنیادی عناصر ہیں۔ ایک وسیع سیاسی سماجی پس منظر میں زندگی گزارنے کا فن اسلوب اور زمین سے اوپر اٹھ کر کائنات کے اسرار کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے والی نگاہ اور گہرا تفکر ان بڑے سوالوں کو جنم دیتے ہیں جو کہ جاوید احمد کی شاعری کے موضوعات ہیں بلکہ انھیں اپنے دوسرے ہم عصروں سے منفرد بھی بناتے ہیں جدت کے ساتھ ساتھ غزل کی فنی روایت سے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آگاہی اور اس کی پاسداری نے ان کے ہاں جن نئے اور پرانے تلازموں، استعاروں اور علامتوں کا امتزاج پیدا کیا ان سے ان کی غزل میں فنی تہہ داری پیدا ہوئی ہے اور جدید تر فکر کو بھی جلا ملی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

"ان کی شاعری ایک نئے جہاں کے اسرار کھولتی ہے ان کے سوال بڑے ہیں اور وہ بیک وقت حیات و کائنات کے زمینی اور آسمانی دونوں پہلوؤں پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کلاسیکی روایت کے شعور نے ان کی شاعری میں جو موسیقانہ حلاوت اور ملائمت پیدا کی ہے اسے جدید عہد کی کرختگی اور بلند آہنگی سے ہم آہنگ کر کے انہوں نے ایک نیا ذائقہ پیدا کیا ہے جو ان کی شاعری کو دوسروں ہم عصروں سے منفرد کرتا ہے"(۹)

فطرت کے حسن اور اس کے شاہکار کی دلکشی کو اس طرح محسوس کرنا کہ بعد الطبعیاتی دنیا تک اس کی حدوں کو پھیلا دینا اس سے گویا ایک طرح کی اساطیری صورت حال جنم لیتی ہے۔ حیات و کائنات کے مسائل اور انسان کا باہمی ربط اور فطرت انسانی سے متعلق پیچیدہ سوالات بھی ان کی شاعری میں مل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نوازش علی اپنی کتاب میں "تنقید اور چند معاصر شعراء" میں جاوید احمد کی شاعری پر لکھتے ہیں:

"وہ ذہنی اعتبار سے فرات اور دجلہ و گنگ و جمن کی سرزمینوں میں سفر کرتا ہوا آج کے دور اور آج کے پاکستان تک آیا ہے۔ وہ اپنے سفر کے دوران میں مختلف خطوں کی مٹی میں اترتا رہا۔ مختلف تہذیبوں کے پانیوں سے نمو حاصل کرتا رہا کہ سبھی رنگوں کی تہذیبوں کی جھلکیاں ایک نئے تہذیبی رنگ میں ڈھلنے کا امکان ظاہر کرنے لگیں چنانچہ وہ تاثراتی سطح پر حاصل کردہ اثرات سے آج کی انسانی صورت حال کو سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی تخلیقی شخصیت کے پس منظر میں سابقہ ادوار کی تھرتھراہٹیں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ گویا اس کے تہذیبی ویژن میں پھیلاؤ ہے۔" (۱۰)

جاوید احمد کا پہلا مجموعہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ "مثال" کے نام سے ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آنے والے اس مجموعے کو سخنوروں نے خوب سراہا۔ جاوید احمد کی شعری مجموعے "مثال" کے حوالے سے ڈاکٹر نثار ترابی لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"جاوید احمد بنیادی طور پر غزل گو شاعر کی حیثیت سے نئی نسل میں ممتاز و معروف ہیں ان کے غزلیہ سفر کی مترنم شعری حیثیت اب سمندر پار بھی اپنا ایک نمایاں حوالہ رکھتی ہے۔"مثال" کے نام سے ان کا اولین اردو شعری مجموعہ چند برس قبل منظر عام پہ آکر علمی وادبی حلقوں میں اپنی اہمیت تسلیم کرا چکا ہے"(۱۱)

جاوید احمد نے ایک طرف غزل میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا تو دوسری طرف نظم میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔ یہ مقام موضوع کے حوالے سے بھی اہمت کا حامل ہے۔اردو نظم میں کشمیر پر تقریباً ہر بڑے شاعر نے لب کشائی کی لیکن جس انداز سے جاوید احمد نے اس موضوع کو اپنایا وہ تمام شعراء سے سبقت لے گیا۔۲۰۰۱ء میں آزادی کشمیر کے حوالے سے ان کی نظموں اور ترانوں کا مجموعہ "دنیا کے منصفو" چھپا اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ جاوید احمد کی شاعری، عبداللہ (مرحوم) کی موسیقی اور رخسانہ مرتضیٰ کی آواز صدر ہاؤس کی آہنی دیواروں سے چھنا گئی اور صدارتی تحسین کی مستحق ٹھہری۔ نظم "دنیا کی منصفو" سے کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

اے دنیا کے منصفو
سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں
بہتے ہوئے خون کا شور سنو
اے دنیا کے منصفو۔ سلامتی کے ضامنو
آزادی کی فضاؤں میں رہنے والو
انسانوں کا حق تسلیم بھی کرتے ہو
اور کشمیر پہ ظلم وستم کرتے ہیں جو
ان کے لیے کوئی حد ستم نہیں رکھتے ہو
اب چاہے ہمارے گھر نہ رہیں
یا جسم پہ اپنے سر نہ رہیں
ہم پھر بھی کہیں گے آزادی
ہم لے کے رہیں گے آزادی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دنیا کے منصفو!

سلامتی کے ضامنو

کشمیر کی جلتی وادی میں بہتے ہوئے خون کا شور سنو(۱۲)

کشمیر آزادی کشمیر کے تناظر میں لکھے جانے والا ادب ہماری قومی شاعری کی قابل قدر روایت کا ایک منفرد امتیاز ہے۔ یہ محض شاعری ہی نہیں جبر، استحصال و ناانصافی، انسانی حقوق کی پائمالی، انسانیت کی بے حرمتی اور انسانوں کے قتل عام کے خلاف صدائے احتجاج بھی ہے اور سچی ملی شاعری کی ایک درد مندانہ لہر دنیا کے منصفو کو بیدار کرنے کے لیے رواں دواں ہے۔ "دنیا کے منصفو" پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر نثار ترابی لکھتے ہیں:

"جناب جاوید احمد کی یہی خصوصیت ہے کہ انہوں نے کشمیر کے درد کو اپنا درد، دکھ کو اپنا دکھ محض خیال ہی نہیں کیا بلکہ اسے شدت سے محسوس کیا ہے۔ "دنیا کے منصفو" میں شامل نظمیں اور گیت مثلاً مقدمہ کشمیر، ارض کشمیر کا سوال، گمشدہ تعبیر، لہو دھنک، لہو کی تال لہو کی پھول اور وادی کے خواب وغیرہ اپنے موضوعاتی اور فنی بنت کے تاثراتی اظہار کے وسیلے سے فکر کے معنوی پھیلاؤ اور عہد بہ عہد تاریخی شعور کے عمدہ عکاس ہیں"(۱۳)

گذشتہ ایک دہائی سے کشمیریوں کی جدوجہد میں جو شدت آچکی ہے وہ دنیا سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ایک طرف کشمیری مجاہدین اپنی جانوں کے نذرانے دے کر مٹی کی محبت کا قرض چکا رہے ہیں تو دوسری طرف ہمارے اہل قلم بھی اس جنگ میں فکری و فنی محاذ پر ان کا شانہ بشانہ بر سر پیکار ہیں۔ جاوید احمد نے "دنیا کے منصفو" میں جو کلام یکجا کیا ہے وہ ایک شاعر کے اس مجاہدانہ آہنگ کو اجاگر کرتا ہے جو اپنی زمین اور وہاں کے رہنے والو سے اس کی محبت کا آئینہ دار ہے۔ اس کی نظموں میں کشمیریوں کشمیریوں کے حوصلے کی داد بھی ہے اور وہاں ہونے والی انسانی حقوق کی پامالی پر نوحہ کناں بھی۔ ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہمارا یہ رجائیت پسند شاعر کشمیر میں آزادی کے سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔

جاوید احمد کا تیسرا اور آخری شعری مجموعہ "مٹی کا شجر" کے عنوان سے ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں زیادہ تر غزلیں موجود ہے اور جو نظمیں شامل ہے اس کا موضوع کشمیر ہی ہے۔ اس مجموعے پر موجود شعر درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

کھلے ہیں رنگ امکانات آئندہ کے مجھ پر
نرالی میری خوشبو ہے میں مٹی کا شجر ہوں(۱۴)

شاعری میں نمایاں مقام حاصل کرنے والے جاوید احمد نے نثر میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ریڈیو پاکستان میں "**جشن تمثیل**" کے موقع پر ان کا لکھا ہوا ڈراما "خوشبو" بہت پسند کیا گیا۔ قمر جمیل "خوشبو" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کا ہر کردار کسی معاشرتی اور سماجی طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کرداروں کے ذریعے جاوید احمد نے معاشرہ سے تعلق رکھنے والے مختلف مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ یہ کردار ہمارے معاشرے کے جیتے جاگتے کردار ہیں۔ انہوں نے اپنے ڈرامے خوشبو میں معاشرتی مسائل کو بیان کیا ہے"(۱۵)

جاوید احمد نے روزنامہ جنگ میں اس وقت مشہور سائنسدان ہائزن برگ کی ایک تقریر کو ترجمہ کر کے سلسلہ وار اخبار میں دیا جس کا عنوان تھا" قانون فطرت اور مادے کی ساخت" یہ ایک سراسر سائنسی موضوع ہے لیکن جاوید احمد نے اپنے مضمون میں جو کئی قسطوں میں شائع ہوا احسن طریقے سے نبایا۔ مضمون کے شروع میں لکھتے ہیں:

"بحر اجین کے ساحل پر کوکیپس اور ڈیموکریٹاس جیسے مفکروں نے مادے کی ساخت پر غور کیا اور اس شہر میں سقراط نے ہمارے طرز اظہار کی بنیادی مشکلات پر بحث کی اور افلاطون نے بنیادی نوعیت کے اس مظاہر تصورات و نظریات کے بارے میں بتایا۔ ڈھائی ہزار سال پہلے یونان میں جو مسائل چھیڑے گئے اور جو سوالات اٹھائے گئے انسانی ذہن نے ہمیشہ انہیں اپنی گرفت میں رکھا۔۔۔"(۱۶)

جاوید احمد نے اخبارات میں کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے کالموں میں کچھ کالم انہوں نے ایسے بھی لکھے جن کا ایک ادبی حوالہ بنتا ہے جن کا عنوان "غالب ان پاکستان" تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ اگر غالب آج زندہ ہو کر پاکستان میں آجائیں تو ان کے ساتھ کس طرح کی صورتحال پیش آسکتی ہے۔ غالب راولپنڈی میں آتے تو حلقہ ارباب ذاق کے بجائے حلقہ ارباب غالب میں جاتے جس کے رورواں پروفیسر یوسف حسن تھے ان کے کالموں میں مختلف ادیبوں اور شاعروں کی ملاقات کروانے کو جاوید احمد نے دلچسپ صورتحال سے قلم بند کیا ہے:

"اگر پی ٹی وی میں مشاعرہ ہوتا تو غالب کو نظر انداز کر کے ناصر زیدی صاحب کو شاعروں کی فہرست میں شامل کر دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ یہ ہدایت اوپر سے آئی ہے"(۱۷)

جاوید احمد نے جب ریڈیو پاکستان میں پروگرام کیے تو ان میں جو سکرپٹ (SCRIPT) لکھے وہ بھی ایک ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔ جہاں ہم ان کے ایک ریڈیو پروگرام "آواز خزانہ" کا حوالہ دیتے ہیں اس پروگرام میں اولڈ از گولڈ کی طرز پر ماضی کے مشہور نغمات اور موسیقی کے شاہکار فن پارے پیش کیے جاتے ہیں اس پروگرام کی سکرپٹ (SCRIPT) جاوید احمد نے لکھے تھے۔ ایک سکرپٹ (SCRIPT) کا یہاں حوالہ دیا جاتا ہے جو ایک پروگرام کے ابتدائیہ میں انہوں نے لکھا ہے۔ اس میں شاعری کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

چلو چشمِ تصور وا کریں اور کھول دیں ماضی کا وہ رنگین دریچہ جن میں آوازوں کا رنگوں اور یادوں کا خزانہ ہے کوئی آواز کوئی رنگ یا تمثیل یا کوئی فسانہ اس خزانے میں ضرور ایسا بھی ہوگا جو کسی بجے ہوئے قصے یا معنی کے حصے کو بھی چھو کر گزر جائے تو شاید حال اور ماضی کا سارا فرق مٹ جائے پس ایک رنگین دریچہ ہو کہ جس کے اس طرف منظر بہ منظر دور تک یادوں کی خوشبو ہو اہو کے دوش پر رکھ کر دیئے ہم بھی جلاتے ہیں۔ کبھی تمثیل کے رنگ ابھرنے میں کبھی کبھی صورت گری نغموں کی کرتے ہیں۔ ہمارے پاس آوازوں کا، رنگوں کا اور یادوں کا خزانہ ہے"(۱۸)

جاوید احمد غزل اور نظم تو یکساں مہارت کے ساتھ لکھتے ہیں لیکن وہ بہترین نثر نگار بھی ہیں ان کی نثر میں ہلکا پھلکا طنز و مزاح بھی پایا جاتا ہے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر مضامین لکھے جن میں کچھ طنز و مزاح اور کچھ سنجیدگی لیے ہوئے ہیں۔ ان کی نثر میں شعریت اور تخیل کاری کے عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔

جاوید احمد ریڈیو پاکستان کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو لوگوں نے اسے یونین کونسل ناظم منتخب کیا۔ یہ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۹ء تک کا دور ہے انھوں نے اپنے علاقے کے لوگوں کی بھرپور خدمت کی اپنے علاقے میں بجلی کی فراہمی اور سڑکوں کی تعمیر کروائی۔ "کہوٹہ لٹریری سوسائٹی" کے نام سے ایک ادبی تنظیم کا آغاز کیا۔ کہوٹہ میں اس سوسائٹی نے احمد فراز (مرحوم) انور مسعود باقی اہم ادبی شخصیات کے اعزاز میں تقریبات منعقد کروائیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔ جاوید احمد ہی کہوٹہ کو ادبی فضا مہیا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

حوالہ جات

۱۔ انٹرویو جاوید احمد، کہوٹہ راولپنڈی، ۲۰مارچ، ۲۰۲۲ء

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ انٹرویو پروفیسر حبیب گوہر (دوست جاوید احمد) کہوٹہ راولپنڈی، ۲۰مارچ، ۲۰۲۲ء

۵۔ جاوید احمد، مٹی کا شجر (گزارش)، ایسٹرن پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۳

۶۔ انٹرویو جاوید احمد، کہوٹہ راولپنڈی، ۲۰مارچ، ۲۰۲۲ء

۷۔ جاوید احمد، مثال، ادارہ دستاویز مطبوعات، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۷۰

۸۔ ڈاکٹر نوازش علی، تنقید اور چند معاصر شعراء، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص ۱۹۹

۹۔ ڈاکٹر رشید امجد، (تبصرہ) مثال، مطبوعہ روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۲ مئی ۱۹۹۷ء، ص ۶

۱۰۔ ڈاکٹر نواازش علی، تنقید اور چند معاصر شعراء، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص ۲۰۵

۱۱۔ ڈاکٹر نثار ترابی، (فلیپ) دنیا کے منصفو، از جاوید احمد، بیلا پبلی کیشنز، اسلام آباد، اجون ۲۰۰۱ء

۱۲۔ جاوید احمد، دنیا کے منصفو، بیلا پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱

۱۳۔ ڈاکٹر نثار ترابی، (فلیپ) دنیا کے منصفو، از جاوید احمد، بیلا پبلی کیشنز، اسلام آباد، اجون، ۲۰۰۱ء

۱۴۔ جاوید احمد، مٹی کا شجر، اسٹیرن پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶

۱۵۔ قمر جمیل، (تبصرہ) خوشبو، مطبوعہ روزنامہ خبریں کراچی، ۲۹ جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۴

۱۶۔ جاوید احمد "قانون فطرت اور مادے کی ساخت"، مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸ دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۴

۱۷۔ جاوید احمد، "غالب ان پاکستان"، روزنامہ خبریں، ۲۴ جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۵

۱۸۔ جاوید احمد، ذاتی بیاض